ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر*
ڈاکٹر سعیدہ ریاض*

اسناد حدیث اور اس کا آغاز

اسناد حدیث کا اہتمام اور اس سے متعلق تحقیق و تفتیش تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے جلوہ آرائے خلافت ہونے کے چھ سال بعد عبداللہ بن سبا اور اس کے ہمنوا لوگوں نے جو فتنہ شروع کیا تھا وہ آخرکار مجسمہ حیاء، داماد رسولؐ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا۔ اس فتنہ کے سبب لوگوں کے سیاسی افکار متعارض تھے اور آراء میں تعصب تھا۔ اس فتنہ نے حدیث نبوی میں کذب کو داخل کرنا شروع کیا۔ مذہبی اور سیاسی تعصب کی بنا پر ہر ایک چاہتا تھا کہ اپنے افکار و نظریات کو تقویت دے اور دوسروں کو نیچا دکھائے۔ جب علماء و محدثین نے یہ بات دیکھی تو انھوں نے حدیث کے مصادر کے متعلق بحث و تفتیش شروع کی اور جو راوی ان روایات کو نقل کرتے تھے ان کے متعلق سوال کرنا شروع کیا۔

اسلام میں کسی خبر کو تحقیق کے بغیر قبول کرنا مناسب ہی نہیں سمجھا گیا قرآن مجید میں ہے:

یایھاالذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالہ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین۔[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم بے جانے بوجھے کسی قوم پر چڑھ دوڑو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

اس آیت قرآنی سے معلوم ہوا کہ کسی بھی خبر کے مل جانے کے بعد فوراً ہی اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اگر راوی اچھا نہیں ہے تو اس بات کی پوری تحقیق اور تفتیش کی جائے۔ امام خازن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اطلبوا بیان الامر و انکشاف الحقیقة ولا تعتمدوا علی قول الفاسق۔[2]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور۔
*اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج برائے خواتین حاصل پور۔

ترجمہ : امر کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف کرو اور فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔

آنحضور ؐ کے ارشادات عالیہ میں بھی اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ تحقیق و تفتیش کے بغیر کسی بات کو بیان نہ کیا جائے۔

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال : کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ما سمع۔[۳]

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو آگے بیان کرے۔

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حافظ ابن حبان بستی فرماتے ہیں :

فی هذالخبر زجرللمرء ان یحدث بکل ما سمع حتی یعلم علی الیقین صحته ثم یحدث دون ما لا یصح۔[٤]

ترجمہ : اس حدیث میں آدمی کے لیے زجر و توبیخ ہے کہ وہ ہر چیز جو سنے اس کو بیان کرتا رہے جب تک اس کو اس خبر کی درستی کا علم نہ ہو اور (پھر جان کر وہ بیان کرے جو درست ہو اور جو غلط ہو اس کو بیان نہ کرے۔ اسلام میں عام جھوٹ کی عادت ہی ناجائز ہے اور پھر آنحضرتؐ کی ذات پر جھوٹ بولنا خاص طور سے برا فعل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ :

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج وحدثوا عنی ولا تکذبوا علی۔[٥]

ترجمہ : بنی اسرائیل سے بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مجھ سے بیان کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولو۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام شافعی فرماتے ہیں :

هذا اشد حدیث روی فی تخریج الروایة عمن لا یوثق بخبره عن النبی صلی الله علیه وسلم۔[٦]

ترجمہ : یہ حدیث تخریج حدیث کے متعلق شدید ہے ایسے شخص سے روایت
کرنے میں جس کی خبر کا یقین نہ ہو ۔

اس حدیث پر آگے تبصرہ کرتے ہوئے ''التمہید'' ہی میں لکھا ہے جو کہ امام شافعی کے قول کا حصہ معلوم ہوتا ہے ۔

فلا ینبغی لاحد ان یحدث عنه صلی اللہ علیه وسلم الا عمن ثیق بخبره و یرضی دینه و امانته ، لانها دیانة۔[7]

ترجمہ : کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ آنحضرتؐ کی حدیث کو بیان کرے مگر صرف ایسے شخص سے جس کے متعلق ثقہ ہونے کا یقین ہو اور اس کے دین اور امانت کے متعلق وہ خوش ہو کیونکہ یہ دین ہے ۔

ایک اور حدیث میں بھی ایسی ہی تہدید ہے :

''عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من کذب علی متعمداً فلیتواء مقعده' من النار۔[8]

ترجمہ : جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرے ۔

حدیث رسولؐ کی قدر و منزلت مسلمانوں کے ہاں قرآن مجید کے بعد ابتدائی زمانہ سے چلی آ رہی ہے ۔ اس وجہ سے اس کے لیے حزم و احتیاط بھی ابتدائی دور میں ہی شروع ہوگئی جس نے بعد میں باقاعدہ ایک علم کی صورت اختیار کر لی اور محدثین نے اس کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی حدیث رسولؐ کے متعلق خود بہت محتاط رویہ اختیار کرتے تھے ۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے ہم نے تمام احادیث آنحضرتؐ سے نہیں سنیں۔ ہمارے ساتھی بھی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ ہم اونٹ چرانے میں مشغول ہوتے اصحاب رسولؐ سے جو حدیث سننا رہ جاتا وہ اپنے ساتھیوں سے سنتے اور ان سے جو زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے اور جن سے وہ سنتے وہ نہایت حزم و احتیاط کا خیال رکھتے (کانوا یشدون علی ما یسمعون منه)۔[9]

چنانچہ قبیصہ بن ذؤیب سے روایت ہے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں دادی اپنی وراثت طلب کرنے کے لیے آئیں ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں مجھے کچھ نہیں ملا ، میں آج شام لوگوں سے اس معاملہ میں استفسار کروں گا ۔ جب انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی تو لوگوں سے پوچھنے لگے

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا : ”میں نے رسول اللہ ؐ کو سنا کہ آپ نے اسے چھٹا حصہ دیا۔“ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ”کیا کسی اور نے آپ کے ساتھ سنا ہے۔“ محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ؐ کو اسے چھٹا حصہ دیتے ہوئے دیکھا“ ۔ حضرت ابوبکر نے اس حکم کو دادی کے لیے جاری کر دیا۔[10] امام ذہبی نے اس روایت کو نقل کرنے سے قبل فرمایا :

”و کان اول من احتاط فی قبول الاخبار ۔“[11]

ترجمہ : وہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) پہلے شخص تھے جنہوں نے قبول اخبار میں احتیاط کی ۔

اس طرح حضرت عمر فاروقؓ بھی احادیث رسول ؐ کے سلسلہ میں بہت محتاط تھے ۔ امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں :

”وھو الذی من المحدثین التثبت فی النقل و بما کان یتوقف فی خبرالواحد إذاالمرتاب“[12]

ترجمہ : وھی ہی جنھوں نے نقل حدیث میں ثبوت کو محدثین کے لیے جاری کیا ۔ جب کسی ایک کی حدیث کے متعلق شک ہوتا تو توقف فرماتے ۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے حضرت ابو موسیٰ نے دروازے کے پیچھے سے تین دفعہ حضرت عمرؓ کو سلام کہا ۔ انھوں نے اجازت نہ دی (نہ جواب دیا) ۔ وہ لوٹ گئے ۔ حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے پیغام بھیجا اور پوچھا کہ آپ لوٹ کیوں گئے تھے ۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا تھا :

”اذا سلم احدکم ثلاثاً فلم یجب فلیرجع“۔

ترجمہ : جب کوئی آپ میں سے تین دفعہ سلام کرے اور اسے جواب نہ دیا جائے لوٹ جائے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس بات پر کوئی دلیل (گواہ) لائیں ورنہ میں نہ چھوڑوں گا (لافعلن بک)۔ حضرت ابو موسیٰ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ ان کا رنگ متغیر تھا ۔ ہم نے وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا اور پوچھا کہ آپ میں سے کسی نے یہ سنا ہے ۔ ہم نے کہا ہم تمام نے سنا ہے ۔ انھوں (صحابہ) نے ایک آدمی ان کے ساتھ بھیج دیا اور اس نے حضرت عمرؓ کو جا کر بتایا ۔

حضرت عمرؓ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ کی خبر کی تائید ہو جائے۔ اس کو نقل کر کے امام ذہبی فرماتے ہیں :

”ففی هذا دلیل علی الخبر اذا رواة ثقتان کان اقوی و ارجح مما انفرد به واحد۔“۱۳

ترجمہ : اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کو جب دو ثقہ راوی بیان کریں تو زیادہ راجح ہوتی ہے۔ اس سے جس کو ایک بیان کرے۔

حضرت علیؓ احادیث رسولؐ کے متعلق اتنے محتاط تھے کہ جو حدیث انھوں نے خود نہ سنی ہوتی کسی اور سے سنتے تو اس کے متعلق اس سے حلف لیتے :

”عن علی بن ربیعة عن اسماء من الحکم الفزاری انه سمع علیا یقول : کنت اذا سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم حدیثا نفعنی الله بما شاء ان ینفعنی منه وکان اذا حدثنی عنه غیره استحلفته فاذا حلف صدقته، وحدثنی ابوبکر و صدق ابوبکر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من عبد مسلم یذنب ذنباً ثم یتوضاء و یصلی رکعتین ثم یستغفر الله الا غفرالله له۔ “۱۴

ترجمہ : علی بن ربیعہ سے روایت ہے وہ (اسماء بن الحکم الفزاری) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علیؓ سے فرماتے سنا۔ جب میں رسول اللہؐ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ جو چاہتا مجھے نفع دیتا۔ جب آپؐ سے کوئی اور حدیث مجھے بیان کرتا تو میں اس سے حلف طلب کرتا۔ جب وہ حلف اٹھا لیتا تو میں اس کو سچا سمجھتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ فرمایا۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے فرماتے سنا جب کوئی مسلمان آدمی گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر استغفار کرتا ہے، تو اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے اگر خود آنحضرتؐ سے حدیث نہ سنی ہوتی تو دوسرے کسی سے سنتے ہوئے اس سے حلف لیتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو ان پر یقین نہ ہوتا تھا کیونکہ تمام صحابہ کرام سچے لوگ تھے بلکہ ان کو اطمینان قلب اس طرح سے ہوتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جب حضرت علیؓ سنتے تو ان سے حلف نہ لیتے کیونکہ ان کو ایسا کہنا انھیں خود معیوب لگتا تھا کیونکہ صدیقؓ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے۔

آنحضرتؐ اور دیگر صحابہ کرام حدیث رسولؐ کے سلسلے میں بہت محتاط تھے جبکہ اس زمانہ میں خدشہ بھی کم تھا پھر بعد کے زمانہ میں اس کا خدشہ بھی زیادہ تھا۔ اس وجہ سے آہستہ آہستہ اس معاملہ میں احتیاط اور تشدد بڑھتا گیا۔ حضرت عقبہ بن نافع کے متعلق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو فرمایا کرتے:

"لا تقبلو الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا عن ثقة۔"[۱۵]

ترجمہ : رسول اللہؐ کی حدیث کو صرف ثقہ ہی سے قبول کرو۔

قال ابو ھریرة : "ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تأخذونه۔"[۱۶]

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یہ علم دین ہے دیکھو آپ کس سے اس کو حاصل کرتے ہیں۔

ابن معین نے اپنے بیٹے صہیب کو وصیت میں فرمایا:

یا بنی لا تقبلو الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا عن ثقة۔"[۱۷]

ترجمہ : اے بیٹے رسول اللہؐ کی حدیث ثقہ کے علاوہ کسی سے قبول نہ کرو۔

اسی قسم کا محمد بن سیرین کا قول ہے "انما ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونه۔"[۱۸]

اس قسم کا ایک قول امام مالک سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"یہ علم دین ہے دیکھو آپ کن سے یہ دین حاصل کرتے ہیں میں نے ستر ایسے آدمی دیکھے جو حدیثیں (مسجد نبوی کی طرف اشارہ کر کے ہی) بیان کرتے تھے۔ ہر ایک کہتا تھا فلاں نے کہا رسول اللہؐ نے کہا۔ میں نے ان سے کچھ بھی نہ لیا۔ اگر ان میں سے کسی کو بیت المال پر امین سمجھا جائے تو وہ امین ہوگا۔ ان سے حدیث نہ لینے کا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ اس کے اہل نہ تھے۔ ابن شہاب ہمارے ہاں تشریف لاتے تو ہم ان کے دروازے پر ازدحام کر لیتے تھے۔[۱۹]

حدیث رسولؐ کے معاملہ میں لوگ جھوٹ بولنے والے آدمی کی لوگوں کو نشاندہی کرتے تاکہ لوگ ان کے معاملہ میں دھوکہ نہ کھائیں۔ یحییٰ بن سعیدالقطان کہتے ہیں: "میں نے عبدالرحمان بن مہدی کو کہتے سنا: میں نے شعبة ابن المبارک الثوری اور امام مالک بن انس سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا جس پر تہمت کذب ہوا، انہوں نے کہا:

"انشره فانه دین۔"[۲۰]

ترجمہ : اس کے متعلق بات کو پھیلائیے یہ دین ہے۔

اس معاملہ میں لوگ اپنے عزیز و اقارب کا بھی خیال نہ رکھتے تھے بلکہ اس کے متعلق صحیح گفتگو دین کا حصہ سمجھتے تھے۔

حماد بن زید سے روایت کی تو انھوں نے کہا ہم نے شعبة سے کہا کہ ابان بن سعید بن ابی عیاش کے متعلق اس کی عمر اور اس کے قریبی ہونے کی وجہ سے بات (طعن کی) نہ کریں فرمانے لگے اے ابو اسماعیل :

"لا یحل الکف عنه لان الامر دین۔"[۲۱]

ترجمہ : اس کے متعلق گفتگو سے رک جانا جائز نہیں کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔

حضرت علی بن المدینی سے متعلق روایت ہے کہ ان سے ان کے والد کے متعلق سؤال کیا تو فرمایا ، میرے علاوہ کسی اور سے سؤال کرو انھوں نے دوبارہ سؤال کیا تو سر جھکایا اور پھر اٹھا کر فرمایا :

"ھو دین انه ضعیف۔"[۲۲]

ترجمہ : یہ دین کا معاملہ ہے وہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی نے اپنے بیٹے ابو ہریرۃ کے متعلق فرمایا :

" انه حفظ القرآن ثم تشاغل عنه۔"[۲۳]

ترجمہ : اس نے قرآن مجید حفظ کیا پھر اس کو بھول گیا۔

ان تمام واقعات و حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین عظام حدیث کے معاملہ میں اور دوسرے معاملات میں امین لوگ تھے۔ ان کے سامنے جب بھی کوئی ایسی بات ہوتی تو حق بیان کر دیتے۔ اسناد کے سلسلہ میں خاص کر پوچھ گچھ اور چھان بین اس وقت شروع ہوئی جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہو گئی اور لوگوں کو احادیث کے متعلق خدشہ ہوا کہ اس میں ملاوٹ نہ کر دی جائے۔

اس سلسلہ میں حضرت محمد بن سیرین (۱۱۰) جو کہ کبار تابعین میں ہیں ، کا قول بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے ، وہ فرماتے ہیں :

"لم یکونوا یسئلون عن الاسناد حتی وقعت الفتنة فلما وقعت نظروا من کان من اهل السنة و من کان من اهل البدع ترکوا حدیثه ۔ "۲۴

ترجمہ : وہ اسناد کے متعلق فتنہ کے وقوع سے قبل سؤال نہ کرتے تھے جب فتنہ واقع ہوتا تو دیکھتے تھے کہ اہل سنت کون ہے ۔ اس صورت میں اہل بدعت کی احادیث چھوڑ دیتے تھے ۔

ایک اور روایت میں انھی کا قول ہے :

"لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قال سموا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم و ینظر الی اهل البدع لا یوخذ حدیثهم ۔"۲۵

ترجمہ : وہ اسناد کے متعلق سؤال نہ کرتے تھے ۔ جب فتنہ وقوع پذیر ہوا تو انھوں نے کہا ان آدمیوں کے نام لو جن سے اہل سنت دیکھا جاتا تھا ان کی احادیث لی جاتی تھیں اہل بدعت کو دیکھا جاتا تھا ان کی احادیث نہیں لی جاتی تھیں ۔

حضرت عبداللہؓ بن عباس صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی اور وفات ۶۸ھ میں ہوئی ۔ ان کے لیے آنحضرتؐ نے خود قرآن کی دعا کی۔۲۶ ان کا ایک واقعہ امام مسلم نے نقل کیا ہے ۔ مجاہد سے روایت ہے کہ بشیر العددی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور حدیث بیان کرنے لگا اور کہنے لگا: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" مجاہد کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے ان کی حدیث کی، طرف کوئی توجہ نہ کی، نہ ادھر دیکھا۔ وہ کہنے لگا : "اے ابن عباس کیا وجہ ہے کہ آپ میری بات نہیں سنتے ۔ میں تو رسول اللہؐ کی حدیث سناتا ہوں اور آپ نہیں سنتے ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "ایک وقت تھا جب ہم کسی آدمی کو یہ کہتے سنتے ، "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہماری نگاہیں اس پر جم جاتیں اور ہمارے کان اس کی بات سنتے ۔ لیکن جب لوگ ہر اونچی نیچی جگہ پر سوار ہونے لگے (صحیح اور غلط بیان کرنے لگے) ہم صرف وہی چیز لیتے ہیں جو جانتے ہیں ۔"۲۷

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی حیات میں ہی حدیث رسولؐ کے رواۃ کے متعلق احتیاط سے کام لیا جاتا تھا اور احادیث صرف ایسی لی جاتی تھیں جن کے متعلق ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ۔ حدیث رسولؐ کی عظمت ان کے دلوں میں بہت زیادہ تھی ، اس کی عظمت کی بنا پر اس میں احتیاط بھی زیادہ کی گئی ۔ یحییٰ بن

سعید القطان کہتے ہیں ۔ پہلا شخص جس نے اسناد حدیث کی تفتیش کی وہ عامر شعبی (۱۷ - ۱۰۶ھ) ہیں ۔ ربیع بن خیثم نے ایک حدیث پڑھ کر سنائی ، شعبی نے کہا ۔ میں نے کہا ''من حدثک''؟ (آپ کو کس نے حدیث سنائی ؟) فرمایا عمر بن میمون اور اس سے میں نے پوچھا تھا ''من حدثک''؟ فقال : ابو ایوب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں :

''و ھذا اول من فتش عن الاسناد۔ ۲۸''

ترجمہ : یہ پہلا شخص ہے جس نے سند کے متعلق پوچھا ۔

صحابہ کرام اور کبار تابعین کے زمانہ کے بعد کذب کے پھیلنے کے سبب سے سند کی تاکید زیادہ ہو گئی اور بعد ازاں سند کی ضرورت اتنی شدید ہو گئی کہ جو محدث چاہتا کہ ان کی احادیث کو قبول کیا جائے اور ان کی احادیث کی تصدیق کی جائے تو وہ ضرور حدیث کو سند سے بیان کرتا ۔ ابن سیرین ، شعبۃ ، محمد بن مسلم بن شہاب الزھری ، سفیان الثوری اور عامر الشعبی اسناد حدیث کے متعلق سؤال کرتے تھے اور راوی حدیث کے حالات کا جائزہ لیتے تھے۔ بعض اقوال جو اوپر گزر چکے ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں اور کچھ کے متعلق ہم یہاں اضافہ کر رہے ہیں ۔

امام سفیان الثوری نے فرمایا :

''لما استعمل الرواۃ الکذب استعملنا لھم التاریخ ۔ ۲۹''

ترجمہ : جب راویوں نے جھوٹ بولنا شروع کیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کو استعمال کیا ۔

یعنی سالوں کا حساب پوچھنا شروع کیا جن سے وہ بیان کرتے تھے ان کے متعلق سؤالات کہ کس وقت ان سے سنا اور کس جگہ ۔ اس سے سچ اور جھوٹ کا پتہ چل جاتا تھا کیونکہ محدثین کو علم تھا کہ جس سے راوی بیان کر رہا ہے وہ کس زمانہ میں کہاں ہوا اور کب اور کہاں فوت ہوا ۔

حفص بن غیاث نے فرمایا :

''اذا اتھمتم الشیخ فحاسبوہ بالسنین یعنی احسبوا سنہ و سن من کتب عنہ ۔ ۳۰''

ترجمہ : جب آپ شیخ کے متعلق بدگمان ہوں تو دو عمروں سے اس کا محاسبہ کرو یعنی اس کی عمر شمار کرو اور جس سے وہ لکھتا ہے اس کی عمر کا حساب لگاؤ ۔

کتب رجال حدیث میں اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں محدثین نے کذاب لوگوں کا ناطقہ بند کیا اور ان کو ہر سر عام رسوا کیا تاکہ لوگوں کو عبرت ہو ، چنانچہ یحییٰ بن صالح سے روایت ہے حدثنا عفیر بن معدان الکلاعی قال : ''قدم علینا عمر بن موسیٰ حمص ، فاجتمعنا فی المسجد فجعل یقول ''حدثنا شیخکم الصالح'' فلما اکثر قلت لہ من شیخنا ھذا الصالح سمہ لنا نعرفہ'' قال فقال خالد بن معدان قال : قلت لہ فاین لقیتہ ؟ قال : لقیتہ فی غزاۃ ارمینیۃ. قال : فقلت اتق اللہ یا شیخ ولا تکذب مات خالد بن معدان سنۃ اربع و مایۃ و انت تزعم انک لقیتہ بعد موتہ باربع سنین وازیدک اخری انہ لم یغز ارمینیۃ قط! کان یغزو الروم[۳۱] (الکلاعی فرماتے ہیں حمص میں ہمارے ہاں عمر بن موسیٰ آئے ہم مسجد میں ان کے پاس اکٹھے ہو گئے وہ کہنے لگے ''حدثنا شیخکم الصالح'' (آپ کے صالح شیخ نے مجھے حدیث بیان کی) جب بہت زیادہ اس طرح سے کہنے لگا تو میں نے کہا یہ کون ہمارا نیک شیخ ہے؟ ہمیں ان کا نام بتائیے تاکہ ہم جان لیں اس نے کہا : خالد بن معدان۔ میں نے کہا انہیں کس سال ملے تھے اس نے کہا ۱۰۸ھ میں ملا تھا ۔ میں نے کہا آپ انہیں کہاں ملے تھے، کہنے لگے میں انہیں ارمینیہ کی جنگ میں ملا تھا ۔ میں نے کہا اے شیخ اللہ سے ڈرو اور جھوٹ نہ بولو ۔ خالد بن معدان ۱۰۴ھ میں فوت ہو گئے تھے ۔ آپ کا بیان ہے آپ وفات سے ۴ سال بعد ملے ایک بات کا اضافہ انھوں نے ارمینیہ میں کبھی جنگ نہیں کی وہ روم میں جنگ کرتے تھے) ۔

اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ابن الصلاح نے بھی نقل فرمایا ہے (ii)۔[۳۱] محدثین نے اس کام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں ۔ اس قسم کا ایک واقعہ امام ابو عبداللہ الحاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں ''ابو جعفر محمد بن حاتم الکشی ہمارے ہاں آئے اور عبد بن حمید سے حدیث بیان کرنے لگے ۔ میں نے ان سے ان کی پیدائش کے بارے میں سؤال کیا ۔ کہنے لگے کہ وہ دو سو ساٹھ ہجری میں پیدا ہوا ۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ۔ اس شیخ نے عبد بن حمید سے ان کی وفات کے تیرہ سال بعد سنا ۔[۳۲]

اسی قسم کا ایک اہم واقعہ خطیب بغدادی کے زمانہ میں پیش آیا ۔ بعض یہودی لوگوں نے قائم کے وزیر اعلیٰ ابوالقاسم کے سامنے ۴۴۷ھ میں ایک خط پیش کیا جس کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ آنحضرتؐ کا خط تھا اور حضرت علیؓ کی تحریر تھی۔ اس خط میں یہ لکھا تھا کہ خیبر کے یہود سے جزیہ ساقط ہوگیا ہے، اس بات پر صحابہ کرامؓ کی گواہی ثبت تھی۔ وزیر اعلیٰ نے یہ خط الحافظ الحجۃ ابوبکر الخطیب کے سامنے پیش کیا ۔ انھوں نے اس پر غور کرنے کے بعد فرمایا یہ جھوٹا

خط ہے ۔ کہا گیا آپ کو کیسے معلوم ہوا ۔ فرمایا اس میں حضرت معاویہ کی گواہی ہے ۔ وہ (فتح مکہ) کے سال مسلمان ہوئے (فتح مکہ ۸ھ میں ہوا) اور فتح خیبر سات ہجری میں ہوئی ۔ اس میں سعد بن معاذ کی گواہی ہے وہ یوم قریظہ کو فوت ہو گئے جو کہ خیبر سے دو سال قبل ہوا ۔ ابو القاسم سے جو کچھ خطیب بغدادی نے کہا اس کو قبول کیا۔ ان کی بات پر یقین کیا ۔ یہود کے بیان کردہ خط کے محتویات پر انھوں نے یقین نہ کیا کیونکہ یہ جھوٹا ثابت ہو گیا تھا ۔[۳۳]

خطیب بغدای کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے راویوں کے حالات معلوم کرنے میں بہت دقت نظر سے کام لیا ۔

محدثین حدیث کی تفتیش اور تحقیق کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے تھے ۔ نصر بن حماد الوراق سے روایت ہے ہم شعبۃ کے دروازے کے پاس حدیث کا مذاکرہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی، اس نے ابو اسحاق سے، اس نے عبداللہ بن عطاء سے،اس نے عقبہ بن عامر الجحفی سے۔اس نے کہا ہم آنحضرت ؐ کے زمانہ میں باری باری اونٹ چراتے تھے۔ ایک دن میں آیا آنحضرت ؐ کے اردگرد صحابہ تھے۔ میں نے آپ ؐ کو فرماتے سنا ”جس نے وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ سے بخشش طلب کی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔“ میں نے کہا واہ واہ۔ میرے پیچھے سے ایک آدمی نے مجھے کھینچا ۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ عمر بن الخطاب تھے ۔ فرمانے لگے تجھے کیا ہے آفرین آفرین کہتا ہے۔ میں نے کہا اس بات کو پسند کرتے ہوئے ۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اگر آپ نے اس سے قبل کا کلام سنا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا وہ اس سے بھی تعجب انگیز تھا میں نے کہا ۔ آپ ؐ نے کیا فرمایا؟ حضرت عمرؓ نے کہا آنحضرت ؐ نے فرمایا : جس نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ؐ اللہ کے رسول ہیں ۔ اسے کہا جائے گا آپ جنت کے جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں ۔

نصر بیان فرماتے ہیں شعبۃ باہر تشریف لائے اور انھوں نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ۔ پھر دوبارہ اندر داخل ہو گئے ۔ نصر کہتے ہیں میں ایک طرف ہو کر رونے لگا ۔ پھر وہ نکلے تو پوچھنے لگا اس کو کیا ہو گیا ہے کہ رو رہا ہے عبداللہ بن ادریس نے کہا ۔ آپ نے اس سے زیادتی کی ہے ۔ شعبۃ کہنے لگے دیکھو وہ کیا بیان کرتا ہے۔اسرائیل سے، وہ ابو اسحاق سے، وہ عبداللہ بن عطاء سے، وہ عقبہ بن عامر سے، وہ آنحضرت ؐ سے بیان کرتے ہیں۔ (شعبہ کہتے ہیں) میں نے ابو اسحاق سے پوچھا: آپ کو کس نے بیان کیا ۔ اس نے کہا: عبداللہ بن عطاء نے بیان کیا۔ انھوں نے عقبہ بن عامر سے ، انھوں نے نبی ؐ سے ۔ میں نے ابو اسحاق سے کہا: کیا عبداللہ نے

عقبہ سے سنا؟ (شعبہ) کہنے لگے وہ غصہ میں آ گئے مسعر بن کدام بھی وہاں موجود تھے ۔ مسعر نے مجھے کہا : تو نے شیخ کو ناراض کر دیا ۔ میں نے کہا یا تو اس حدیث کو صحیح ثابت کرے (یا یہ حدیث صحیح ہو) ورنہ میں اس کو پھینک دوں گا ۔ مسعر نے مجھے کہا: یہ عبداللہ بن عطاء مکہ میں ہیں۔ شعبۃ نے کہا: میں نے مکہ کا سفر کیا ، میرا حج کا ارادہ نہ تھا بلکہ اس حدیث کی طلب ارادہ تھا ۔ میں عبداللہ بن عطاء سے ملا، اس سے اس کے متعلق پوچھا ۔ اس نے کہا سعد بن ابراہیم نے مجھے بیان کیا ۔ شعبۃ کہتے ہیں میں مالک بن انس سے ملا ۔ میں نے ان سے سعد کے متعلق سؤال کیا ۔ انھوں نے کہا سعد بن ابراہیم مدینہ میں ہیں۔ اس سال انھوں نے حج نہیں کیا ۔ میں نے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ مدینہ میں سعد بن ابراہیم سے ملا ۔ میں نے ان سے پوچھا ۔ انھوں نے کہا (یہ) حدیث آپ کے ہاں ہے جب انھوں نے (زیاد بن محزاق) کا ذکر کیا تو میں نے کہا یہ کون سی چیز ہے؟ وہ کوفی تھا پھر مدنی ہو گیا پھر بصری ہو گیا۔ شعبۃ کہتے ہیں میں نے بصرہ کا سفر کیا ۔ میں زیاد بن محزاق سے ملا وہ کہنے لگا : حدیث آپ کی بالتہ (عمارت) میں سے نہیں ہے ۔ میں نے کہا آپ مجھے بیان کریں ۔ کہنے لگا تو نہ لوٹائے گا۔ میں نے کہا: آپ یہ مجھے بتائیں (بیان کریں) کہنے لگا مجھے شہر بن حوشب نے بیان کیا ۔ میں نے کہا : مجھے اس حدیث سے کیا اگر اس جیسی آنحضرتؐ سے صحیح ہو تو یہ مجھے اپنے اہل و مال اور تمام لوگوں سے زیادہ پسند ہے ۔

اس حدیث کو لکھنے کے بعد ابن عبدالبر لکھتے ہیں : ”ھکذا یکون البحث و التفتیش و ھذا معروف من شعبۃ ۔“ (بحث اورتفتیش اس طرح ہوتی ہے اور شعبۃ کے متعلق یہ بات مشہور ہے) اس لیے ان کے لیے (شعبۃ) ابو عبدالرحمان النسائی نے کہا ۔ اللہ کے رسول کی حدیث پر اللہ کے تین امین ہیں ۔ مالک بن انس ، شعبۃ بن الحجاج اور یحییٰ بن سعید القطان ۔[۳۴]

یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں جب سند کے متعلق عام بحث و تفتیش ہونے لگی تو اہل علم ہی نہیں بلکہ عام لوگ بھی سند کے متعلق پوچھنے لگ گئے ۔ عام اعرابی سفیان بن عینیۃ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا ۔ آپ ایسی حاجی عورت کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بیت اللہ کے طواف سے پہلے حیض کی حالت میں ہو گئی؟ سفیان نے جواب دیا وہ سب کچھ کرے جو عام حاجی کرتے ہیں ۔ صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرے ۔ اعرابی نے کہا: کوئی نمونہ ہے؟ سفیان نے کہا: ہاں ۔ حضرت عائشہؓ کو بیت اللہ کا طواف کرنے سے قبل حیض آ گیا۔ آنحضرتؐ نے انھیں حکم دیا کہ وہ طواف کے سوا سب کچھ کریں ۔ اعرابی نے کہا ان تک (سند)

بلاغ ہے؟ انھوں نے کہا ہاں مجھے عبدالرحمان بن القاسم نے اپنے باپ سے بیان کیا، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ بیان کیا۔ اعرابی کہنے لگا۔ آپ نے اچھا نمونہ بیان کیا اور صحیح پہنچایا۔ اللہ آپ کی صحیح رہنمائی کرے۔[۳۵]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک عام اعرابی نے سند کا اور پھر کامل سند کا سؤال کیا اور ابن عینیہ نے ان کو جواب دینے اور اس کے سؤال پوچھنے میں کوئی تنگی نفس محسوس نہ کی۔ بلکہ جو کچھ ان سے پوچھا اس کا خوش دلی سے جواب دیا۔

محدثین حدیث کو ہر لحاظ سے دیکھتے تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

ابن سیرین۔ ابراہیم النخعی اورکئی تابعین کا یہ خیال ہے کہ صرف اس شخص سے حدیث قبول کی جائے جو معروف ہو اور حفظ کرتا ہو۔ اہل علم میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اس مذہب کا مخالف ہو۔[۳۶]

ابراہیم بن حبیش کے شعر بہت عمدہ ہیں:

یا طالبی العلم و الروایات	ان الروایات ذا آفات
لا تاخذو العلم عن أخی تہم	الا عن الجائز الشہادات
اذا رضیتم منہ الامانۃ والد	ین لہ طوالا مافات[۳۷]

(اے طالبعلمو اور روایات کے طالبو	روایات میں بڑی مصیبتیں ہوتی ہیں
تہمت زدہ سے علم حاصل نہ کرو	ایسے آدمی سے علم حاصل کرو جس کی گواہی درست ہو

جب اس کی امانت اور دین سے خوش ہو جاؤ تو جو کچھ بھی دے لے لو)۔
شافعی نے امام سفیان عینیہ کا مرثیہ اس طرح سے کیا:

من للحدیث عن الزہری یسندہ	وللاحادیث عن عمرو بن دینار
ما قام من بعدہ من قال حدثنا	الزہری فی اہل البلا و ادبا[۳۸]

اسناد کا ذکر اطمینان کا باعث تھا نھبر بن حکیم کی عبارت اس کا ثبوت ہے جب ان کے سامنے صحیح سند بیان ہوتی تو فرماتے:

"ھذا شھادت الرجال العدول المرضیین بعضھم علی بعض۔[۳۹]"
ترجمہ: یہ ایسے لوگوں کی گواہیاں ہیں جو عادل ہیں اور ایک دوسرے پر رضامند ہیں۔

حوالہ جات

۱- قرآن مجید الحجرات - ۶

۲- علاءالدین علی بن محمد البغدادی۔ تفسیر الخازن المسمی به لباب التاویل فی معانی التنزیل ، ج ۶ ، ص ۲۲۲ ، دارالفکر - بیروت ۱۹۷۹ء/۱۳۹۹ھ

۳- ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد ، جلد ۲ ، ص ۲۰۳۔ ۲ القاهره

۴- ابو حبان محمد التبی کتاب المجروحین من المحدثین و الضعفاء و المتروکین ، ج ۱ ، ص ۷۔۳ جلدیں دائرة المعارف العثمانیه حیدر آباد الطبقة الاولیٰ ۱۹۶۱ء/۱۳۷۱ھ

۵- ابو عمر یوسف بن عبدالبر - التمهید لما فی الموطا من المعانی و الاسانید ج ۱ ، ص ۴۲ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیه المملکة المغربیه ۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۴ھ

۶- ایضاً

۷- التمهید ، ج ۱ ، ص ۴۳

۸- ایضاً ، ص ۴۳

۹- الحاکم ابو عبدالله محمد بن عبدالله - معرفت علوم الحدیث ، ص ۱۴ دارالافاق الجدیده بیروت الطبعة الرابعه ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۱۰- ایضاً ، ص ۱۵

۱۱- ابو عبدالله شمس الدین محمد الذهبی ، تذکرة الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۲ دائرة المعارف عثمانیه حیدر آباد ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء الطبقة الثالثه

۱۲- تذکرة الحفاظ ، ج ۱ ، ص ۶

۱۳- ایضاً

۱۴- (۱) ایضاً ص ۱۰ (۲) العواصم و القواصم فی الذب عن سنة ابی القاسم ص ۱۰۲/۲۸۴ محمد بن ابراهیم الوزیر الیمانی دارالبشیر - عمان الطبقة الاولیٰ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۱۵- التمهید ج ۱، ص ۴۵

١٦- (١) التمهید، ٣٥

(٢) ابو احمد عبداللہ بن عدی، الكامل فی ضعفاء الرجال، ج ١، ص ١٥٦ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ١٤٠٥ھ/١٩٨٥ء

١٧- التمهید، ج ١، ص ٤٥

١٨- ایضاً ص ٤٦

١٩- التمهید، ج ١، ص ٦٧

الخطیب البغدادی، الكفایۃ فی علم الروایۃ، ص ١٥٩
روایت انما هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونه کو مختلف محدثین نے مختلف لوگوں سے منسوب کیا ہے۔ العجلونی نے محمد بن سیرین سے اسے روایت کیا ہے۔

(اسماعیل بن محمد العجلونی، کشف الخفا و مزیل الالباس عما اشتهرو من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج ١، ص ٣٠٢، مؤسسہ الرسالہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ ١٤٠٣ھ/١٩٨٣ء دو جلد)۔

السخاوی نے بھی اسے محمد بن سیرین سے ہی بحوالہ صحیح مسلم روایت کیا ہے۔

(محمد عبدالرحمان السخاوی، المقاصد الحسنۃ، ص ٢١٥ - ٢١٦ دارالکتاب العربی بیروت الطبعۃ الاولی ١٩٨٥ء/١٤٠٥ھ)۔

صاحب تهذیب الکمال نے اسے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے اور امام مالک بن انس سے وہ روایت نقل کی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

(جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی، تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ١، ص ١٦٠ - ١٦١ - مؤسسہ الرسالہ بیروت الطبعۃ الثانیہ ١٤٠٣ھ/١٩٨٣ء)۔

عبدالرحمان بن علی صحیح مسلم کے حوالے سے اسے محمد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں)۔

(عبدالرحمان بن علی بن محمد الشافعی، کتاب تمیز الطیب من الخبیث ص ٤٩، دارالکتاب العربی، بیروت)۔

ابن عدی نے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''حدثنا محمد بن احمد بن حمدان البلدی،ثنا ابراہیم بن الھیثم البلدی ، ثنا عبدالوارث ابن مقاتل الخراسانی، عن خلید بن دعلج عن انس قال : قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم(ان ھذا العلم دین فلینظر احدکم ممن یاخذ دینہ) و ھذالحدیث یرویہ عن خلید عبدالوارث ھذا و روح بن عبدالواحد الحرانی'' لیکن حاشیہ میں محقق نے اس کے ایک راوی پر اس طرح سے بحث کی ہے -

خلید (بالتصغیر) بن دعلج السدوسی ابو حلیس و یقال ابو عبید ضعیف متروک ذکرہ ابن البرقی و العقیلی فی الضعفاء و قال النفیلی مات سنۃ ۱۶۶ھ (تہذیب التہذیب) ۱۵۸/۳ و المغنی فی الضعفاء ۲۱۳/۱

ابن عدی نے ہی حضرت محمد بن سیرین سے یہ الفاظ جو وہ الگ طرق سے روایت کیے ہیں -

(الکامل فی ضعفاء الرجال ، ج ۱ ، ص ۱۵۵ تا ۱۵۷) -

خلید بن دعلج کو الدارقطنی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے -

(علی ابن عمر بن احمد الدار قطنی ، کتاب الضعفا و المتروکین ، ص ۱۲۰ ، المکتب الاسلامی بیروت ، دمشق الطبعہ الاولی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)-
امام ذہبی نے بھی اس خلید بن دعلج کو ضعفاء میں شمار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

خلید بن دعلج عن الحسن و محمد لیس بقوی ، ضعفہ احمد وغیرہ -
(شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المغنی فی الضعفا ، ج ۱ ، ص ۲۱۳ ، دمشق) -

خلید کے متعلق حافظ ابن حجر اس طرح سے رقمطراز ہیں : ''خلید بن دعلج السدوسی البصری نزل الموصل ثم بیت المقدس ضعیف من السابعۃ مات سنۃ ست و ستین/تمیز (احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، تقریب التہذیب ، ج ۱ ، ص ۲۲۷ (دارالمعرفہ بیروت الطبعہ الثانیہ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء دو جلد) -

خطیب البغدادی نے اسے محمد سیرین ، حضرت ابو ہریرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تینوں سے روایت کیا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس طرح سے الفاظ ہیں :

''انا محمد بن احمد بن رزق ، قال حدثنی محمد بن احمد بن الخطاب ، نا یوسف بن موسیٰ المروردی ، أنا منجیمر بن سعید ، نا روح بن عبدالواحد ، نا خلید بن دعلج عن قتادہ ، عن انس قال ، قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''ان ھذا العلم دین فلینظر احدکم ممن یاخذ دینہ''

اس پر ڈاکٹر محمود الطحان نے اس طرح سے حاشیہ میں تبصرہ فرمایا ہے :

''ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم مرفوعاً عن انس ایضاً و اخرجہ السجزی فی الابانۃ عن ابی ھریرۃ ، و رمز السیوطی فی الجامع الصغیر ۲/۵۴۵ الی ضعفہ و روایۃ المصنف ضعیفۃ ایضاً لان فی اسنادھا خلید بن دعلج السدوسی البصری و ھو ضعیف کما قال عنہ الحافظ فی التقریب لکن ھذا القول رواہ مسلم فی المقدمہ ۱/۱۴ من قول ابن سیرین بسند صحیح''۔

حضرت ابو ہریرۃ سے اس طرح سے روایت کیا ہے :

عن ابی ھریرہ قال ''ان ھذا العلم دین ، فانظروا ممن تاخذونہ۔''

اور محمد بن سیرین کی روایت کے الفاظ یہ ہیں ''عن محمد ان ھذا العلم دین فانظروا ممن تاخذون دینکم۔''

اور ڈاکٹر محمود الطحان نے اس روایت پر اس طرح سے تبصرہ کیا ہے :

تقدم قبل قلیل ان مسلما اخرج ھذا القول عن ابن سیرین فی مقدمۃ صحیحہ ۱/۱۴ بلفظہ الا انہ' قال ''عمن'' بدل ''ممن''

(احمد بن علی الخطیب بغدادی ، الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع ج ۱ ، ص ۱۲۹ ، مکتبۃ المعارف الریاض) ۔

قاضی الحسن نے محمد بن سیرین سے اس روایت کو الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ چار سندوں سے بیان کیا ہے ۔

(القاضی الحسن بن عبدالرحمان الرامھرمزی ، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۴۱۵- ۴۱۴ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) ۔

ان تمام اقوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب روایات میں ضعف ہے اور حضرت محمد بن سیرین کی طرف یہ الفاظ مختلف کتب حدیث میں وارد ہوئے ہیں ۔ سرخیل محدثین حضرت امام مسلم نے اپنی الجامع الصحیح میں بھی انہیں حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ

انہی کے الفاظ ہیں اور بعد میں آنے والے حضرت نے ان کی ممکن ہے خوشہ چینی کی ہو۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

۲۰- التمهيد، ج ۱، ص ۴۷

۲۱- ایضاً

۲۲- شمس الدين محمد بن عبدالرحمان السخاوی، الاعلان بالتوبيخ عن ذم التاريخ ص ٦٦، دارالكتاب العربی بیروت۔

۲۳- ایضاً

۲۴- محمد بن احمد الذهبی، ميزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۰۴ دارالمعرفه بیروت الطبعة الاولی ۱۹۶۲ء/۱۳۵۲ھ

۲۵- مسلم بن الحجاج القشيری، الجامع الصحيح، ج ۱، ص ۴۴ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۶- ابن حجر، تقريب التهذيب ج ۱، ص ۲۵۴ دارالمعرفة بیروت الطبعة الثانيه ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

۲۷- مسلم الجامع الصحيح، ج ۱، ص ۳۳

۲۸- الرامهزی قاضی حسين بن عبدالرحمان المحدث الفاصل بين الراوی والداعی ج ۱، ص ۲۰۸ دارالفکر بیروت ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ

(حواشی: و قد مات الربيع بن خيثم بالكوفة ولاية عبيدالله بن زياد عليها (طبقات ابن سعد ج ٦، ص ۱۳۴)) -

۲۹- ابو عمر و عثمان بن عبدالرحمان - ابن الصلاح، علوم الحديث المعروف مقدمه ص ۳۳۴ المطبعة العلميه حلب، الطبعة الاولی ۱۹۳۱ء/۱۳۵۰ھ

۳۰- ایضاً

۳۱- (i) ابوبکر احمد بن علی الخطيب، الكفاية فی علم الرواية ص ۱۱۹ المكتبه العلميه بیروت۔

۳۱- (ii) علوم الحديث، ص ۳۴۴

۳۲- علوم الحديث المعروف بمقدمه ص ۳۴۴

٣٣- السخاوى ، محمد بن عبدالرحمان ، الاعلان بالتوبيخ عن ذم التاريخ ، ص ١٠

٣٤- التمهيد ج ١ ص ٤٥ - ٥١

٣٥- الكفاية ، ص ٢٠٢ - ٢٠٣

٣٦- ايضاً ص ١٣٣

٣٧- ايضاً

٣٨- الرامهرمزى - المحدث الفاضل ص - ١٨

٣٩- الكامل ابن عدى ، ج ١ ، ص ٣٨